کائنات روحانی

(جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم انسان کی روحانی ضروریات کو اسی طرح پورا کرتا ہے. جس طرح زمین اس کی جسمانی ضروریات پوری کرتی ہے۔)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رح

ناشر

کتب خانہ الفلاح استھانواں، نالندہ، بہار

کائنات روحانی

(جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم انسان کی روحانی ضروریات کو اسی طرح پورا کرتا ہے۔ جس طرح زمین اس کی جسمانی ضروریات پوری کرتی ہے۔)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

ناشر

کتب خانہ الفلاح استھانواں، نالندہ، بہار

نام کتاب	:	کائنات روحانی
مصنف	:	حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ
صفحات	:	۴۰
تعدادِ اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	محمد قطب الدین ندوی 9795373975
ناشر	:	کتب خانہ الفلاح استھانواں، نالندہ، بہار۔
قیمت	:	۲۵/روپے



Designed & Printed at :
Mashhud Enterprises
504/21-C,. Tagore Marg, (Nadwa Road) Lucknow-20
Mobile : 9839133588, 9235794786, 9451947786
Telefax : 0522-4009800 E-mail : mailofficeindia@gmail.com

تمہید

(از: مولانا اعزاز علی امروہوی، مدیر-ماہنامہ "الرشید" دیوبند ربیع الاول ۱۳۴۵ھ)

مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کے مضامین سے بہت کم حضرات ناواقف ہوں گے، آپ کے مضامین میں عبارت کی سلاست، طرز بیان کی متانت اور شستگی کے ساتھ ہی یہ بات خاص طور سے ملحوظ رہتی ہے کہ مشکل سے مشکل مسائل اس طرز سے بیان کردیے جائیں کہ اہل علم تو بجائے خود، تھوڑی استعداد رکھنے والے بھی پورا فائدہ اٹھا سکیں، علاوہ ازیں آپ کی تحریر میں جذب قلب کا ایک خاص انداز ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے آپ کا مضمون جب کبھی شروع کرلیا جاتا ہے تو جب تک اس کو ختم نہ کرلیا جائے ناظرین کے تقاضے ہی ہوتے رہتے ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق آپ کی پرزور تقریر نے جو مقبولیت عامہ حاصل کی وہ مخفی نہیں، اس کے بعد آپ نے حضرت اویس قرنیؒ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اگرچہ اب تک تکمیل کو نہیں پہونچا لیکن ہم کو یقین ہے کہ مولانا ممدوح اس سلسلہ کو ناقص چھوڑ کر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دلشکنی گوارا نہ فرمائیں گے۔

مذکورہ بالا عنوان سے مولانا ممدوح کا یہ ایک جدید مضمون ہے، جس کو ہم اس رسالہ سے شروع کرتے ، اخبارات و رسالہ جات کا طریقہ ہے کہ وہ کسی دلچسپ مضمون کو بتدریج شروع کرتے تا کہ مضمون کی دلچسپی کی وجہ سے رسالہ کی دلچسپی زیادہ ہو، اور خریداروں کی توجہ رسالہ کی شہرت کا سبب ہوجائے۔

لیکن ہم اس تجارتی غرض سے قطع نظر کرکے چاہتے کہ ان مضامین کے تمام سلسلے بند کرکے جو رسالہ ہذا میں اب تک شروع کئے جاچکے ، اس دلچسپ مضمون کو شروع کریں، اور جب تک رسالہ میں یہ مضمون ختم نہ ہوجائے، اس وقت تک دوسرے مضامین ملتوی کردئے جائیں۔

بناءً علیہ بنام خدا ہم اس پرزور تحریر کو شائع کرتے اور امید کرتے کہ حضرات ناظرین مولانا کی جودت طبع کی داد دے کر بے اختیار بول اٹھیں گے کہ "کم ترك الأول للآخر"۔

اعزاز علی غفرلہ

باسمہ تعالیٰ

کائنات روحانی

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس مضمون میں مندرجہ ذیل نظریات، پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ قرآن مجید ایک مستقل عالم ہے، اور کائنات مادی کے مقابلہ میں اس کے آیات وسور کائنات روحانی ۔

۲۔ قرآن مجید اسی طرح مجمل ہے، جس طرح مثلاً زمین مجمل ہے، پھر جس طرح انسان کی تمام جسمانی ضروریات اسی زمین سے نکلتے ، اسی طرح روحانی ضروریات قرآن سے پورے ہوتے ۔

۳۔ قرآن مجید کے آیات میں بعض اوقات جو بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

۴۔ قرآن مجید سے بعض لوگ کیوں گمراہ ہو جاتے ۔

۵۔ سلمانوں کی موجودہ تباہیوں کا راز کیا ہے؟۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین (حق سبحانہ وتعالیٰ) (ہم قرآن مجید میں ان چیزوں کو اتارر ہے جو ایمانداروں کے لئے شفا اور رحمت)

انسان کچھ بھی ہو، اس کی قوتوں کی غیر محدود رسائیاں جس حد تک بھی پہنچتی ہوں، لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے بھی اگر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ "تنہا وہ کچھ بھی نہیں ہے"

کائنات کا ہر ذرہ، عالم کی ہر چیز، اس کی مدد و معاونت میں مصروف ہے، اور وہی اسے پیغام عمل دیتی ، حتی کہ ان ہی کے بل بوتے پر وہ وہاں پہنچتا ہے، جہاں دوسرے نہیں پہنچتے۔

وہ اپنی قوت دید کے متعلق مدعی ہے کہ کروڑوں میل دور سے آفتاب کی طویل وعریض رقبہ کا احاطہ کر لیتا ہے، کر لیتا ہے، اور یقیناً کر لیتا ہے، لیکن فضا میں پھیلنے والی روشنی اگر بجھادی جائے، تو اس کے بعد بھی اسے دعوی کی جرأت ہو سکتی ہے؟

ابر اور رات کی تاریکی میں وہی انسان جو دن کو اپنے دائرہ بینائی میں نصف کرہ عالم کو گھیرے

ہوئے تھا، اگر کسی اندھیری کوٹھری میں ڈالدیا جائے تو پھر اس میں اور اس اندھے میں کچھ بھی فرق باقی رہ جاتا ہے جو بیچارہ سرے سے اس قوت پر ماتم کر کے بیٹھ چکا ہے؟

انسان سنتا ہے اور اپنی قوت سامعہ کی بناء پر مدعی ہے کہ علاوہ عالم الوان وانوار کے ایک اور عالم اصوات (آواز) کا موجود ہے، لیکن اگر درمیان کی ہوا، یا سالمات کی حرکت ارتعاشی، یا ذرات اثیریہ کے ذبذیوں کا معدوم کردیا جائے، تو کیا اس کے بعد بھی وہ اپنی اس قوت پر اسی قدر اکڑ سکتا ہے؟

وہ اپنی ایجادات واختراعات پر نازاں ہے، وہ ریل بناتا ہے، انجن ہنکاتا ہے، ہوائی جہاز اڑاتا ہے، وہ منٹوں میں سیکڑوں میل کی آواز کو ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں پہنچاتا ہے، یقیناً یہ اس کے حیرت انگیز کارنامے ، لیکن فرض کرو کہ کوئلہ نہیں ہے، آگ نہیں ہے، لوہا نہیں ہے، لکڑی نہیں ہے، الغرض انسان کے علاوہ اس عالم میں اور کچھ نہیں ہے، کیا اس کے بعد بھی وہ یہ کرسکتا ہے، یا وہ کرسکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں اور تم بھی اس کو جانتے ہو، کہ ایجاد واختراع تو خیر، شاید اس کے بعد وہ چند گھنٹے بھی اپنی زندگی کے نظام کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

اور یہی وہ بلند پایہ نتھرا ہوا تخیل ہے، جہاں پر انسان کے غرور انانیت کا ایوان یکا یک دھم سے گر جاتا ہے، احمق اپنے کو سب کچھ سمجھتا ہے لیکن ایک عقلمند اپنے کو کچھ نہیں دیکھتا، آہ! کہ جب وہ اپنے ہر سانس میں غیر کا دست نگر ہے، اپنی حرکت وسکون میں دوسروں کا محتاج ہے تو پھر یہ غرور وبدمستی کس پر، پھر ہنگامہ انانیت کیوں؟ یہ سوزش لمن الملکی کس بینا د پر؟

تنگ ظرف چھلک پڑتے ، اکڑتے ، غراتے ، لیکن عمیق روحیں مطمئن ، وہ سب کچھ کرتی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتی کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔

"قل کل من عندالله فما لهؤلاء القوم لا یکادون یفقهون حدیثاً" (الحی القیوم)

(کہدو! کہ سب کچھ اللہ ہی کے یہاں سے ہے پھر اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے)

بہرحال اس مختصر تبصرہ سے میری غرض اس وقت فقط اس قدر ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے کائنات کی امداد واعانت کی بنیاد پر کرتا ہے۔

انسان عقل وتدبیر، ہوش وحواس، ادراک واحساس کے آلات کو لے کر کرہ زمین پر آتا ہے، آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے مواد کا ایک غیر محدود ذخیرہ پھیلا ہوا ہے، وہ اپنی ادراکی قوتوں کو ان ہی مادوں میں سے کسی ایک ساتھ جوڑتا ہے، ربط دیتا ہے، پھر کبھی تو اسی ارتباط کے بعد کائنات کا کوئی ناموس (راز) اس کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے، مثلاً وہ گلاب کی شاخوں سے ایک پھول توڑتا ہے اور قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) کے ساتھ اسے ربط دیتا ہے حتی کہ یکایک اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اس پھول میں ایک اور عالم (بو) ہے، جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے، اور نہ کان سن سکتے نہ ہاتھ چھو سکتے ، نہ زبان چکھ سکتی ہے۔

اور کبھی فقط جوڑنے سے کام نہیں چلتا، بلکہ وہ اپنی روح کو اس مادہ میں غرق کر دیتا ہے اس کے ظاہر و باطن میں پیوست ہوتا ہے، جس کے بعد بسا اوقات وہ ایسے اعجوبہ طراز اسرار کا اعلان کرتا ہے، جس کو اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔

مثلاً تم دیکھتے ہو کہ یہی زمین جو ظاہراً فقط خاک اور دھول کا ایک تیرہ گوں مجموعہ ہے، کون باور کر سکتا تھا، کہ مٹی کے اسی ڈھیر میں گھی کی ندیاں بہہ رہی اور دودھ کی نہریں جاری ، کون یقین کر سکتا تھا کہ اسی مشت خاک کے ساتھ بالوشاہی اور شکر پارے رلے ملے ، اسی میں مرچ کی تلخی بھی ہے اور املی کی ترشی بھی، اسی کے اندر تیلوں کے سرچشمہ بھی اور بادام و پستہ کے مغزیات بھی۔

لیکن انسان اسی میں ڈوبا، اور گھسا حتی کہ اب وہ ان تمام چیزوں کو اسی گرد و غبار سے چھان بین کر نکال لیتا ہے، وہ اسی زمین سے گھانس، چارے اکھاڑتا ہے، اور اپنی گائے، بھینس کی منہ میں اسے ڈالدیتا ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اسی گھانس بھونسے کو جو زمین کے اجزاء سے تیار ہوئے تھے، دودھ کی شکل میں نچوڑ لیتا ہے، وہ ایکھ اور گنوں کی چھوٹی چھوٹی شاخوں کو اسی زمین پر نصب کر دیتا ہے، اور چند ہی دنوں کے بعد اس کے گھر میں شیرینی کی ریل پیل ہو جاتی ہے، گویا زمین میں اس نے ایک شکر کش مشین گاڑدی ہے، جو دھڑا دھڑ زمین کے اجزاء شیریں کو مٹی سے الگ کر کر کے باہر پھینکتے رہتے ، اسے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے، خدا جانے پہلے کیا کرتا ہوگا، لیکن اب تو ہم دیکھتے کہ وہ نبولے کے سیاہ اور کالے دانوں کو اسی مٹی میں ملا دیتا ہے، اور اسی کے بعد وہ روئی کی گانٹھوں کو اندر سے باہر لے آتا ہے، پھر اس کو مختلف ترکیبوں سے شیروانی، کوٹ، کرتے، پائجامے کی شکل میں ڈھال لیتا ہے، اور اسی کی طرف توجہ دلائی گئی۔

"وفی الأرض قطع متجاورات، وجنت من أعناب وزرع، ونخیل صنوان

وغير صنوان يسقىٰ بماء واحد ونفضل بعضها على بعض فى الأكل إن فى ذلك لآيات لقوم يعقلون"(۱) (العليم الحکیم)

(اور زمین میں ملے قطعات اور تختی (جن میں) انگوروں کے باغ اور کھیتیاں ،اور درخت بعض چند شاخوں کے ساتھ نکلتے ،اور بعض اکیلے، یہ سب ایک ہی پانی سے سینچی جاتی ہے مگر پھر بھی ہم بعض کو بعض پر مزے کے اعتبار سے برتری عطا کرتے ،اس میں نشانیاں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے)

اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، انسان کی قوت فکر یہ ایجاد شدہ چیزوں سے الگ ہو کر مادے کی نا معلوم نوامیس واسرار کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، اور آئے دن نت نئے اکتشافات، وغوامض کا اعلان کرتی رہتی ہے، کچھ دن اس کا غلغلہ عالم میں بلند رہتا ہے، یہاں تک کہ جب کثرت استعمال کے بعد وہ راز بھی ایک پیش افتادہ حقیقت ہو جاتا ہے، تو دوسری چیزیں سامنے آتی ۔

یقیناً کسی زمانہ میں مٹی اور کیچڑ کے اندر سے برفی کی قاشوں کے مواد کا بہم پہنچانا ایک عجیب وغریب نظریہ خیال کیا گیا ہو، لیکن اب یہ ایک معمولی بات ہے حتی کی اسی طرح رفتہ رفتہ انسان نے آتش وآب کی باہمی ارتباط سے بخار (اسٹیم) کی قوت کا پتہ چلایا، اور زمانہ اس پر محو حیرت ہو گیا، پھر اس نے مواد کی باہمی مصاکت ومصادمت کے قانون سے برق (الکٹرسٹی) کا راز دریافت کیا، اور دنیا اسی پر سر دھن رہی ہے، اور کسی کو کیا معلوم کہ اولاد آدم آئندہ چل کر کن کن چیزوں پر سر دھنے والی ہے، وعلم آدم الأسماء کی تاویل وتصدیق کے لئے ابھی ہم کو بہت کچھ دیکھنا ہے، کیونکہ اس قضیہ کو کلیہ ہونا ہے اور ہو کر رہے گا۔

آسمانی اشاروں میں ارتقاء واکتشاف کی اسی حقیقت کی طرف، خلق لکم مافى الأرض جميعا (۲) سے راہنمائی کی گئی ۔اور زمین ہی نہیں، شوقین بصیرتوں کے سامنے تو اس سے بھی بڑا میدان پیش کیا گیا ہے۔

"وسخر لكم ما فى السمٰوٰت وما فى الأرض جميعاً منه"(باری عز اسمہ)

---

(۱) اس آیت میں بناتات کی تینوں قسم کی طرف اشارہ کیا گیا، بیل کھیتیاں، درخت پھر ادھر اشارہ کیا گیا کہ ایک ہی زمین میں ایک ہی پانی میں پرورش پانے کے بعد وہ کونسی قوت ہے جو ان میں مختلف ذائقہ پیدا کر دیتی ہے، کسی میں ترشی، کسی میں شیرینی، کسی میں روغن، کسی میں تلخی وغیرہ۔

(۲) اور تمہارے فائدہ کیلئے ہم نے وہ تمام چیزیں پیدا کی ، جو زمین میں ۔

(اللہ) نے تمہارے فائدہ کے لئے (نہ صرف مادہ ارضیہ) بلکہ تمام چیزوں کو جو آسمان اور زمین میں مفتوح و مسخر کر دیا ہے)

پس جو چاہے ان اشیاء کے دریچہ ہائے کمال میں جھانکے، خود اس سے فائدہ اٹھائے، اور دوسروں کو مستفید ہونے کا موقع دے، یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نہ صرف زمین، بلکہ فضائے آسمانی کے تمام کائنات سے ہر قسم کے منافع حاصل کرسکتا ہے، وہ اس کی اعانت و امداد سے کبھی سرتابی نہیں کرسکتے، اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی اہمیت سے انسان روز بروز واقف ہو رہا ہے۔

وہ ہوا، بادل، آفتاب، اسکی گیس، بلکہ تمام سیارات کو اپنی منافع کیلئے کار آمد بنانے کی کوشش میں مصروف ہے، اور ہمیشہ رہے گا، خواہ سائنس کے ذریعہ سے ہو، یعنی حواس خمسہ کی مدد سے، یا باطنی قوئی اور مخفی طاقتوں کی اعانت سے، لیکن جدوجہد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے، اور جاری رہے گا، کہ دراصل اس سے انسان کے کمالات اور کائنات کے کمالات کا انکشاف ہوتا ہے اور یہ دونوں مل کر میں کیا بتاؤں کہ کس کے کمالات قدوسیہ جبروتیہ کے آئینہ بنتے -

کیا ہوتا ہے، اگر آئینہ نے یہ نہیں سمجھا کہ میرے سامنے کس کی طلعت جہاں آرا نے برقعہ الٹ دیا ہے، وہ اپنے اندر جھانکنے والی نگہ مست سے شرمسار نہیں ہوتا تو نہ ہو، وہ جاہل ہے تو اسے جاہل رہنے دو، لیکن اسی ظلوم وجہول آئینہ میں صورت دیکھنے والا اپنی صورت بھی دیکھ رہا ہے، صاحب جلوہ بھی ہے اور اس کا جلوہ بھی ہے، وہ روشن بھی ہے، ظاہر بھی ہے اور ظاہر ہوتا رہے گا۔

کس شان کے ساتھ اسی آیت کے بعد نظر بازوں کو پیغام نظر دیا جاتا ہے: "إن فــي ذلك لآيات لقوم يتفكرون" (القدوس السلام)

(اس میں (یعنی گذشتہ بالا اعلان میں) یقیناً کثرت سے نشانیاں ان لوگوں کے لئے جو اپنی قوت فکریہ سے کام لیتے)

بہر حال میں کیا کہنے لگا، غرض یہ ہے کہ انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جس حکمت بالغہ نے ہم کو یعنی ہماری روحوں کو ہیکل جسمانی کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی نے محض اپنے فضل عمیم، لطف کریم سے اس ہیکل کے بقاء و صحت، نشوونما کیلئے ہر طرح کے سامان ہمارے اردگرد پھیلا دیئے ، اور پھر اسی نے ہمارے اندر ایسی قوتیں ودیعت فرمائی

،جن کی راہنمائی سے ہم ان تمام چیزوں پر تسلط حاصل کر لیتے ۔

بسیط زمین اور فضاء کائنات کے اس مادی سلسلہ میں جہاں تک غور کیا جائے گا، یہ بات قطعاً واضح ہوتی جائے گی کہ انسان اپنے مادی ڈھانچہ کی پرورش کیلئے جن جن چیزوں کا محتاج ہے، اس کے مہیا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی گئی ہے۔

بدبخت نہ سوچنے والی قومیں کچھ کہیں، لیکن بنی آدم کی بلند اختر قبیلوں نے اس کا اقرار کیا، اور ہمیشہ اقرار کرتے رہتے ، کاہلوں کو اپنے جسم کے پالنے میں تکلیف ہوتی ہوتو ہو، ان کے پچھتر (۵۷) فیصدی افراد کو چوبیس (۲۴) گھنٹوں کے اندر دو دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا ہوتو نہ ملے، لیکن قدرت پر یہ الزام غلط ہے، رونا اپنی عملی قوتوں کی بیکاری پر چاہیے، ماتم ان رنگ آلود جمودی طاقتوں پر کرو، جوان سب میں ، لیکن آہ کہ کچھ دنوں سے کسی میں نہیں ان کے پاس اگر سردی سے بچنے کے لئے کپڑے نہیں ،تو یہ جھوٹ ہے کہ خزائن السموات والأرض میں ایسے کپڑے نہیں ، بلکہ اصل یہ ہے کہ اس خزانہ سے حاصل کرنے کے لئے جس سعی اور کوشش کی ضرورت ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان ہے:"وقدرنا فیھا أقواتھا سواءً للسائلین" (حق سبحانہ و تعالیٰ)

(اور ہم نے زمین میں تمام ذخیرے ناپ تول کر رکھ دیئے جو ہر ایک جستجو کرنے والے کیلئے برابر ہے)

پس جو دروازہ کھٹکھٹائے گا، اس کے لئے کھولا جائے، وہ جو کنڈی نہیں ہلاتا اگر اس کے لئے دروازے نہیں کھلتے تو حسرت کس پر ہے؟

''کتاب روشن'' میں تو تم سے کہا گیا تھا کہ:"ھو الذی جعل لکم الأرض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا و کلو من رزقه وإلیه النشور"(باری عز اسمه)

(اس نے تمہارے فائدہ کیلئے زمین کو تمہارے لئے بالکل رام کر دیا ہے پس اس کے کندھوں پر چلو پھرو، اور اسی کی پیداوار کو کھاؤ (اور یاد رکھو) کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

پھر جس میں سرپوش اٹھانے کا بھی سلیقہ باقی نہیں رہا ہے، وہ دسترخوان پر اگر نہیں بیٹھ سکتا، تو اپنے سلیقہ کا ماتم کرے، خوان یغما کا کیا قصور، لیکن جہاں اس چرم واستخوانی ہیکل کی تربیت و پرورش کیلئے خالق القوی والقدر نے مواد کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ پھیلا دیا ہے، کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، انسان خدا

جانے کس زمانہ سے اس کے ختم کرنے میں مصروف ہے، لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوئے۔

و یہ کس قدر عجیب اور کتنا حیرت انگیز سانحہ ہے کہ بعض سیاہ بھیجوں نے محض اپنی ازلی شقاوت اور انتہائی کورباطنی کی ساتھ قدرت قاہرہ جلیلیہ فیاضیہ پر یہ گستاخانہ اور ناپاک حملہ کردیا کہ قدرت نے اگرچہ فانی جسموں اور تباہ ہونے والے ڈھانچوں کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے، لیکن وہ جو اصل جوہر ذات ہے اور حقیقت انسانیہ اسی سے عبارت ہے بلکہ واقع میں انسان وہی ہے، اس کے معاملہ میں انتہائی بخل اور غایت تنگدلی سے کام لیا گیا ہے، حتی کہ اب ان چرمی زبانوں سے یہ آواز بغیر کسی تذبذب کے عام طور سے نکل رہی ہے، کہ اس کے لئے اس ساری کائنات میں کچھ نہیں ہے، کائنات کے سلسلہ حوادث کی کوئی کڑی اس مقصد کیلئے مفید نہیں، العظمۃ للہ میں یہ سنتا ہوں اور میرے ہوش وحواس پر اختلال طاری ہوا جاتا ہے، یہ کیا کہا گیا کہ اگر دانت میں کوئی معمولی سی چیز اٹک جاتی ہے، تو اس کو نکالنے کیلئے اس عالم میں ہزاروں قسم کے خلال غیر محدود مقدار میں موجود ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ کیسا دعوی ہے کہ انسان کے دانت میں نہیں، بلکہ خود اس کے اندر اگر ہمیشہ کے لئے تباہ کرنے والی چیز اٹک جائے، تو اس ساری کائنات میں اس کا کوئی علاج نہیں، آخر یہ کس دیوانے نے کہا اور کن ابلہوں نے باور کیا کہ ہمارے جوتوں کے میل صاف کرنے کے لئے تو اس عالم میں ہزاروں سامان موجود لیکن اگر خود ہم پر گرد پڑ جائے، اور ہمارے اندر میل بیٹھ جائے، تو اس کے لئے فیاض قدرت نے کچھ نہیں لکھا، خدانخواستہ اگر ایسا ہے، تو پھر قدرت کی بے مثال فیاضی جس کا ظہور ذرہ ذرہ میں بدیہی طور پر محسوس ہورہا ہے، کیا ایسا لفظ ہے، جو کبھی شرمندۂ معنی نہیں ہوا۔

آخر ہم ان مادوں کو لیکر کیا کریں گے، جو ہمارے جسم کی تو مدد کرسکتے لیکن خود ہماری اعانت سے مجبور اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے استخوانی ہیکل کے لئے تو سب کچھ کیا گیا ہے، اور خود ہمارے لئے کچھ نہیں ہے، تو پھر یقیناً یہ کہنا ہی بالکل درست ہے، کہ اس ہماری کائنات میں انسان کے لئے کچھ نہیں ہے، اور یہی نہیں کہ اس ذخیرہ میں ہمارے نفع کے لئے کچھ نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد قطعاً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے سامنے ہے، اس میں انسان کیا آرام وعیش وسرور ونشاط کے سامان نہیں، بلکہ دکھ درد، تکلیف ومصیبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔

مجھے عقل دی گئی ہے اور میرے سامنے گندھک، شورہ، سیسہ، لوہا، اور اسی طرح کے دوسرے

مواد پھیلا دئے گئے ، تا کہ میں ان سب کو ملا جلا کر وہ چیزیں تیار کروں، جن سے انسانی جوڑ بند کھل جاتے ، ترکیب اعضا کی تباہ ہو جاتی ہے، ان کی آبادیاں خاک میں مل جاتی ۔

میرے سامنے مادہ کا یہ انبار کیوں لگایا گیا ہے جبکہ میری یعنی میری روح کی درستی کے لئے ایک تنکا بھی نہیں پیدا کیا گیا، اگر میری روح اور میری حقیقت کی پرورش کیلئے کچھ نہیں تھا، تو پھر میرے ڈھانچے کے لئے بھی کچھ نہ ہوتا، تا کہ روحانی ضعف سے مجبور ہو کر اگر میں کچھ کرنا چاہتا تو بجائے بندوق چلانے کے صرف دانت نکال کر دوڑتا، سنگیوں کی جگہ صرف اپنے ناخن سے دوسروں کو نوچتا، میرے جنون کا اثر محدود ہوتا، میری دیوانگی عالمگیر نہ ہوتی، اور بالفرض اگر کبھی میں اپنی مذبوحی حرکتوں سے تھک کر گر بھی پڑتا ہوں، تو اسوقت بھی ان مادوں سے مجھے کسی قسم کی تسلی نہیں ہوتی، میں اپنے پیٹ میں ان ہی مادوں کو مختلف الوان واشکال کی صورت میں ٹھونستا ہوں، اور چینی کی رکابیوں سے اٹھا اٹھا کر ٹھونستا ہوں، مگر پھر جب غور کرتا ہوں تو گو کیسۂ شکم بھر جاتا ہے، لیکن مجھ میں پھر بھی وہی خلاء باقی رہتا ہے، میری اندرونی بے چینی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

ہم اپنی اس چرمی کالبد کو روئی کے ریشوں، اور اُون کے بالوں، ریشم کے تاگوں سے منڈھتے رہتے بلکہ کبھی کبھی اس میں نمونے کے تار، اور موتیوں کے ہار کو شریک کر لیتے لیکن جب اپنے اوپر نظر ڈالتے تو اپنی حقیقی بے سروسامانی میں کسی قسم کی تخفیف نہیں پاتے۔

انسان کا جسم مادہ کی غذاء تلاش کرتا ہے، لیکن خود انسان اس غذا سے اپنے اندر اطمینان کی خنکی نہیں پاتا، اور جو دیوانہ پاتا ہے، وہ شاید اطمینان کی برودت وسکینت سے ہی نا آشنا ہے، شاید اس نے اطمینانی سرور کے ساتھ اس کرہ ارضی پر کبھی سانس نہیں لی۔

ہاں! میں نے کائنات کے اس عریض وطویل سلسلے کو دیکھا، اور بغور دیکھا، اس میں وہ تمام چیزیں موجود جن کی مجھے اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک کہ اس زمین پر چل پھر رہا ہوں۔

تو کیا جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا، اور یقیناً چلا جاؤں گا تو قدرت نے میرے لئے وہاں کوئی سامان نہیں کیا، اگر وہاں نہیں کیا ہے تو پھر یہاں اتنی خاطر مدارات کی کیا ضرورت تھی، میں خوب جانتا ہوں کہ جب اس زمین سے میں اٹھا لیا جاؤں گا، تو پھر میں پنجاب کے گیہوں کو نہیں دیکھ سکتا، گنگا مجھے اپنا پانی نہیں پلا سکتی، برار کی روئی وہاں نہیں جاتی، مانچسٹر کے تھان اور نیویارک کے قندیلوں کی مانگ وہاں نہیں

ہے۔ تو کیا میں وہاں ننگا کر دیا جاؤں گا، بھوک سے مروں گا، پیاس سے تڑپوں گا، اندھیرے میں بھٹکوں گا۔

آہ! کہ اگر ایسا ہے، تو کیا اس زمین پر صرف اس لئے آیا تھا کہ میرا مذاق اڑایا جائے، کیا میں واقعی کسی کا مسخرا ہوں، یہ چیزیں یہاں مجھے محض بطور دل لگی کے دی گئی تھیں، تا کہ میں جب ان سے خوش ہو جاؤں، تو مجھے پاگل و دیوانہ بنانے کے لئے ان سب کو ایک ایک کر کے مجھ سے چھین لیا جائے اور میں ان کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر مارا پھروں، اور مذاق کرنیوالا میری اس بے ہنگم جستجو کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو۔

نہیں تو کیا ایسا ہے، کہ اس زمین کی زندگی (یعنی خود میں) ہمیشہ کیلئے معدوم کر دیا جاؤں گا، میرا اس کے بعد کچھ پتہ نہ ہوگا، نہ یہاں ہوگا، اور نہ کہیں اور ہوگا، اگر ایسا ہے تو پھر فیاض قدرت جس کی جود و کرم کا یہ کچھ چرچا ہے، کیا اس نے مجھے اپنا شکار بنایا، وہ فیاض نہیں، بلکہ دانہ دے کر چھری پھیرنے والا صیاد ہے، کیا میرے گلے میں مادیات کا آٹا اس لئے اتارا ہے، تا کہ جب میں اس میں الجھ جاؤں تو زور سے جھٹکا دیا جائے، کھینچا جائے، اور پھر اس کے بعد میری ہستی ہمیشہ کیلئے برباد کر دی جائے، تو کیا میں قدرت کی غذا ہوں، یا اس شغل سے اس کا جی بہلتا ہے کہ مجھ دانے دے کر مارے، کاٹے، تباہ و برباد کر دے۔

اللہ اللہ اس مسافر نواز شخص کو میں کیا کہوں جس نے راہ میں میرے لئے پانی کے مٹکے رکھے، کھانے کے لئے میوہ دار درخت لگائے، درختوں کی شاخوں پر دسترخوانوں میں لپیٹ کر ہر طرح کی غذاء بھی رکھا، میرے لئے تھوڑی تھوڑی دور پر اس نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے فرش و فروش لحاف و بستر سے آراستہ مکان بھی بنا دئے، یہ سب کچھ کیا، لیکن جب میں اپنی منزل پر پہنچا، تو اس نے میری گردن بلاوجہ اڑا دی، میرا سامان بھی چھین لیا، حالانکہ اس کو نہ میری ضرورت تھی نہ میرے گوشت و استخوان کی، اور نہ میرے کپڑے لتے کی، یقیناً اگر میری زندگی اسی خاکداں تک ختم ہو جاتی ہے، تو قدرت کے متعلق بیساختہ ہر شخص کی زبان سے وہی الفاظ نکل پڑیں گے، جو اس مسافر نواز کے لئے تجویز کئے جاسکتے ، کیا اس کے بعد کائنات اور اس کا مرتب نظام ایک فعل عبث، امر باطل، شغلِ لایعنی سے زیادہ کوئی رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔

لیکن الحمد للہ کہ بجز دیوانوں کے جن کا اثر صرف ابلہوں تک محدود ہے، عالم نے اس خیال کو جھٹلایا، اور ہمیشہ اکثریت نے اس کو جنون اور ہذیان قرار دیا، بنی آدمؑ کے برگزیدہ نفوس، بے لوث اور گرامی ہستیوں نے جب کبھی نظام تکوینی کے اس مرتب و متسق سلسلے کو دیکھا تو ان کی مقدس روحوں سے غیبی آوازوں میں یہ صدا آئی:

"إن فی خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف اللیل والنهار لآیات لأولی الألباب (ان قال) ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانك" (باری عز اسمہ)

(بلاشبہ آسمان وزمین کی پیدائش اور رات دن کے الٹ پھیر میں کثرت سے نشانیا ان لوگوں کیلئے جن کے اندر مغز عقل ہے، وہ ان کو دیکھ کر کہتے کہ اے پروردگار تو نے ان چیزوں کو بیکار پیدا نہیں فرمایا کہ تیری ذات لغویت سے پاک ہے)

ہاں! یہ قطعاً غلط ہے کہ جس نے میرے گوشت کے لوتھڑوں اور ہڈیوں کی پرورش نشوونما کے لئے یہ کچھ سامان کیا ہے، اس نے میرے لئے میری ذات کے لئے کچھ نہیں کیا، ہو نہیں سکتا کہ جس نے محض میری جوتے کی گرد پوچھنے کے لئے طرح طرح کی چیزیں مہیا فرمائی ہوں، اس نے خود میرے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔

بلاشبہ ہم کو یہ واثق یقین کرنا چاہیے کہ اس فیاض ہستی نے اس چیز کو بھی ضرور پیدا کیا ہے، جن کی طرف میرا جوتہ اور میری چھڑی نہیں، بلکہ خود میں محتاج ہوں، میری ذات محتاج ہے، میری حقیقت محتاج ہے۔

جن کا سراغ مواد کے ذخیروں میں نہیں ملتا، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو اس ذخیرے میں نہیں ہے، وہ واقع میں بھی نہیں ہے، تو کیا قدرت اس قدر عاجز ولاچار ہے، کہ اس کی ساری ایجادی زور آزمائیوں کا دائرہ اسی کثیف مادے تک محدود ہے، کیا وہ اس سے زیادہ لطیف، زیادہ قدوس، زیادہ پاکیزہ چیز نہیں پیدا کرسکتی، جس کو ہمارے جسم سے نہیں، بلکہ ہماری لطیف ذات سے مناسبت ہے، اس مادی ذخیرہ میں جتنی چیزیں ، ان کا سلسلہ فقط میرے مادۂ جسدی سے مل سکتا ہے، لیکن جس چیز کی قدر میرے گوہر پاک کو ہے، اگر وہ ان تاریک وظلماتی، ڈھیر میں نہیں ملتی تو کوئی حرج نہیں، کہ وہ اس میں مل بھی نہیں سکتی، مگر پھر بھی اگر وہ مادی کائنات کے دائرہ میں نہیں، تو کائنات کے دائرہ میں ضرور ہے، کیونکہ ہم بھی اسی کائنات میں اس لئے ، اس کو بھی اسی کائنات میں ہونا چاہیے۔

نازک احساس والوں نے آخر اسے ڈھونڈھا اور اسی کائنات کے احاطہ میں پالیا، حتی کہ آخر میں یہ ان ہی کا اعلان ہے کہ یہ امر مقدس قدرت کی فیاضیوں کا وہ پاک سلسلہ ہے، جس کو ہم کبھی وحی کبھی نبوت کبھی رسالت کے لفظوں سے تعبیر کرتے ۔ کمزور بھیجوں کے انسان کہتے کہ ان ضرورتوں کے لئے ہم قدرت کی طرف سے بے نیاز ، ان حاجتوں کو خود ہمارا دماغ پورا کرسکتا ہے اور کرتا ہے، لیکن جو

انسان اپنی ایک معمولی پھنسی کے لئے قدرت کی طرف ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور ہے، وہ کس طرح مدعی ہوسکتا ہے کہ اس کے جسم میں نہیں بلکہ خود ان کے اندر جو گھاؤ ، ان کو وہ بغیر تائید قدرت کے اچھا کر لے گا، اگر اس پر بھی وہ مُصر ہے، تو اس دیوانے کو چھوڑ دو، تاکہ اس کا زخم زخم بوزینہ بن کر رہے، وہ اسی کے اندر تڑپے، مر بھی نہیں سکتا کہ یہ پھوڑا اس کے جسم میں نہیں بلکہ اس کی جوہر ذات میں ہے، انسان اپنے جسم کو چھوڑ سکتا ہے، اور چھوڑ دیتا ہے، پھر اپنے آپ کو اپنے سے کس طرح علیحدہ کر سکے گا۔

لیکن ایک عقلمند یہ کبھی نہیں کر سکتا، وہ جب اپنی مونچھ کے بالوں کی تراشنے کے لئے بھی لوہے کی کان میں جھانکنے کے لئے اپنے کو مجبور پاتا ہے، تو پھر اس کی سمجھ میں یہ کس طرح آسکتا ہے کہ اپنی ذات کی غیر فطری صفات کی قطع و برید کیلئے قدرتی چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ جس سے اپنی جسدی ضروریات کو مانگتا ہے، اور اس سے مانگنے میں نہیں شرماتا، اسی سے اپنی ذاتی حاجات کو بھی طلب کرے گا، اور طلب کرتا ہے، پاتا ہے، کامیاب رہتا ہے، کامیاب جاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب رہے گا۔

أولئك هم المفلحون (یہی لوگ کامیاب) اس کی نگین ہستی پر ہمیشہ کے لئے منقوش کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال بات کہاں سے کہاں پہنچی، میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ: "جس طرح ہیکل جسمانی کے لئے مواد کا ایک اجمالی ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے جس کو ہم مادی کائنات کہتے اور روز مرہ اپنی جسمانی ضرورتوں کو اسی سے نکال نکال کر پوری کر رہے ٹھیک اسی طرح سلسلۂ موجودات میں ایک ایسی چیز بھی ہے، جو ظاہراً اسی طرح مجمل ہے، جس طرح مثلاً زمین کا مادہ، لیکن جب سوچنے والوں اور ڈوبنے والوں نے اس کی تحلیل و تفصیل کی تو انسانوں کے لئے ان منافع کا ایک دریا بہہ پڑا، جن کا تعلق انسان کے جوہر ذات اور اصل حقیقت سے ہے اور اسی سلسلہ کو ہم "روحانی کائنات" کے لفظ سے تعبیر کرتے "۔

اسی مقدس سلسلۂ فیوض نے آغاز آفرینش بنی آدم سے ہمیں بتایا کہ مواد کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ہم ان کو بجائے خوں ریزی، شر انگیزی، جنگ و قتال کے اپنی سلامتی اور امن و آسائش کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ۔ سچی مدنیت، پاکیزہ تمدن مسرت افزاء حضارت، کیونکر پیدا ہو سکتی ہے، اجتماع افراد کو مفاسد و خبائث، شرارت اور بے چینی کے زہروں سے کس طرح مصفا کیا جا سکتا ہے۔

پھر اسی قدوس فیض قدرت نے ہمیں سمجھایا کہ جب ہم اس زمین کو چھوڑ دیں گے، تو پھر ہم

کہاں جائیں گے اور وہاں پر امن زندگی سلامتی اور راحت کے ساتھ کیوں کر مل سکتی ہے۔

اسی نے یہ بھی بتایا کہ اس کائنات کی اصل غرض کیا ہے، مواد کا اتنا طویل وعریض جال کس لئے بچھایا گیا ہے، اور انسان اس پر کس لئے قابض ہے، کائنات اگر اس کے لئے ہے تو خود وہ کس کیلئے ، ہم نے قدرت کی اس رحمت عامہ کو پہچانا، سمجھا، اور اسی کے بعد وہ تمام نجس باتیں برباد ہوگئیں جو قدرت کی تنگ نظری یا عبث کاری کے متعلق ناپاک کھوپڑیوں میں پیدا ہوتی تھیں۔

اس کی رحمت عام، اس کا فیض محیط، اس کی خبرگیری ہمہ گیر نظر آئی، اس نے میرے جوتے کی بھی خبر لی، اس نے میرے بال سنوارنے کا بھی سامان کیا، اس نے میرے ناخن تراشنے کے لئے بھی چیزیں دی، اور اسی کے ساتھ اس نے خود میری اصل ذات کیلئے جو کچھ بھی چاہیے تھا، سب کچھ دیا، اور سیر چشمی کے ساتھ دیا، اہتمام کے ساتھ دیا۔

''وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها'' (حق سبحانہ وتعالیٰ)

(اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو گن نہیں سکتے)

اور یہی پیغام ان والاصفات، گرامی سمات، بے غرض مقدسین کا ہے، جن کو ہم ''انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات'' کے مظہر عنوان سے یاد کرتے ، صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

کائنات کے اس سلسلہ کا ظہور کبھی نوح علیہ السلام، کبھی ابراہیم علیہ السلام، کبھی موسیٰ علیہ السلام یا اسی قسم کے دیگر برگزیدہ ارواح طیبہ کے ذریعہ سے ہوا، اور اخیر میں وہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم اصولوں کے ساتھ بنی آدم کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ کے قلب قدوس سے بیابان فاراں میں قرآن کے فطرت اداء، بصیرت افروز شکل میں چہرہ پرواز ہوا، جیسا کہ خود ''اسی نور مبین'' کی روشنی میں ہم پڑھتے : ''شرع لكم من الدين ما وصىٰ به نوحاً والذى أوحينا إليك وما وصينا به إبراهيم وموسىٰ وعيسىٰ'' الآية (حق سبحانه وتعالى)

(تم لوگوں کیلئے وہ راہ خدا نے مقرر کی جس کی وصیت نوح کو کی گئی، اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر اتارا، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو کی)

روحانی منافع کا یہ ذخیرہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہمیشہ ایک رہا ہے، لیکن زمانہ کی تغیرات وتبدلات کے اعتبار سے اس میں بعض جزئی محاسن واوصاف کا اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ

آیا کہ اس معدن میں جن جن چیزوں کا پیدا ہونا ضروری تھا، سب پیدا ہو گئیں، اور ہر حیثیت سے بنی آدم کے اولیٰ وادنیٰ کے لئے کافی ووافی، کامل واکمل ترین روح کے ذریعہ سے نسل آدم کو سونپ دیا گیا، اور الحمدللہ کہ وہ اپنی تمام محاسن و جمال کے ساتھ اس وقت تک موجود ہے۔

لیکن میں کہہ آیا ہوں کہ قدرت نے ہم کو جو کچھ بھی دیا ہے محض مجمل دیا ہے، اصل شے و سے آئی ہے، خواہ روحانی ہو یا مادی، باقی ان کی تشریح و تفصیل، یہ انسانی کوششوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں نے کہا تھا کہ باوجود اس بات کے کہ اسی زمین میں ہماری تمام ضرورتیں پوشیدہ اور مستور لیکن ان ضرورتوں سے ہم اس وقت تک مستفید نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس کے اندر غور نہ کریں، اپنی ادراکی اور تفتیشی قوتوں کو اس کے اندر غرق نہ کریں۔

بجنسہ قرآن کا بھی یہی حال ہے کہ ظاہراً وہ بالکل ایک مختصر سی کتاب اور نہایت ہی مجمل سی چیز نظر آتی ہے، لیکن روحیں اسی میں ڈوبتی ، گھستی ، حتی کہ جب نکلتی تو کوئی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہو جاتا ہے، کوئی امام اعظم ابوحنیفہ بنتا ہے، کسی کو غوث اعظم کا رتبہ ملتا ہے، کوئی حجۃ الاسلام غزالی اور مولائے معنوی کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

اور میں تم کو کیا بتاؤں کہ کیا دیکھتا ہے اور دیکھ کر کیا بنتا ہے، وہ اس کے اندر جا کر کیا سمجھتا ہے اور پھر اس سے کیا نکالتا ہے، جو اس میں نہیں پڑا، وہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق بہت کم اندازہ کر سکتا ہے۔

کم از کم اسی مثال سے سمجھو کہ ظاہراً اس پانی میں تمہیں کیا بجلی نظر آتی ہے، لیکن جس نے غوطہ لگایا، اس نے اسی میں اس کو پایا، بہر حال میں نہایت تفصیل سے بتا آیا ہوں کہ مجمل مادہ میں ظاہراً کچھ نہیں، لیکن سوچنے والے وہ سب کچھ اسی سے نکال لیتے ، جن کا تعلق مادہ انسانی سے ہے۔

پس اسی طرح گو تمہیں قرآن کے چند گنے گنائے اوراق میں شاید کوئی زیادہ اہمیت خیز شے نظر نہ آئے، اگرچہ یوں بھی وہ کس کو بغیر تڑپائے چھوڑتا ہے، تاہم قرآن چونکہ قدرتی چیزوں میں سے ہے اس لئے وہ کوشش اور سعی کو دعوت دیتا ہے، ہر شخص اپنی کوشش کی مقدار سے اس سے حصہ پائے گا جس طرح مادہ کے اسرار میں بھی جو جتنی کاوش کرتا ہے پاتا ہے۔

قرآن کی اس قدرتی اجمال کی طرف جو ہر ایک قدرتی شی میں بین طور پر نمایاں ہے، خود مہبط وحی علیہ ﷺ نے ان لفظوں میں اشارہ فرمایا:

"لا تشبع منه العلماء ولا يخلق على كثرة الرد ولا تنقضی عجائبه" (رواه الترمذی)

(اہل علم (دانش) اس (قرآن) سے کبھی سیر نہیں ہو سکتے وہ کثرت سے بار بار دُہرانے کے بعد بھی کبھی پرانا نہیں ہو سکتا، اس کی عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتی)

دیکھو ٹھیک جس طرح دنیا اس زمین کی پیداواروں سے کبھی سیر نہیں ہو سکتی، مادے کے ایک راز کے انکشاف کے بعد طبعاً متجسس طبائع دوسرے اسرار میں مشغول ہو جاتے ، اور کسی طرح اس سے نہیں گھبراتے۔

آنحضرت ﷺ قرآن کے متعلق بھی یہی ارشاد فرماتے کہ اس سے علم کے متلاشی کبھی سیر نہیں ہو سکتے کہ اس کے ہر ناموس (راز) کے بعد دوسرا ناموس اپنی طرف بلاتا ہے۔

تم دیکھ رہے ہو کہ خدا جانے کتنے زمانے سے انسان اس مٹی کو کرید کرید کر منافع حاصل کر رہا ہے، ہر سال اسی زمین کو جوتتا ہے، اس میں دانے ڈالتا ہے، فصل کاٹتا ہے، لیکن پھر چند ہی مہینوں کے بعد اسکے ہل، بیل اسی زمین پر موجود نظر آتے ، غرض یہ ہے کہ باوجود اس الٹ پھیر کے یہ زمین کسی طرح پُرانی نہیں ہوتی، ٹھیک یہی قرآن کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ یہ جتنی دفعہ دُہرایا جائے گا پرانا نہیں ہوگا، اور ہمیشہ نئی فصل اس سے ہاتھ لگتی رہے گی، اس لئے آپ نے ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا:

"نعم الحال المرتحل" (کیا اچھا ہے وہ شخص جو اترنے کے بعد پھر سوار ہو جاتا ہے (یعنی) قرآن ختم کرنے کے بعد پھر شروع کر دیتا ہے)

پھر دیکھو! مادہ کے عجائبات مادی ضرورتوں کے لئے کبھی ختم نہیں ہو سکتے، نت نئی چیزیں اس سے روزانہ اُبل رہی ۔

پس وہ چیز جو روح (۱) ہے اس کے عجائبات بھی روحانی منافع کے باب میں کبھی ختم نہیں ہو سکتے جیسا کہ ابھی ارشاد نبوی میں گذر چکا، "اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے"۔

اور یہی نہیں، اس قدرتی مادے کے حالات وکوائف، خصائص واوصاف پر ہم جہاں تک غور کرتے ، اسی سے اس قدرتی روح کی بھی شرح ہوتی چلی جاتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ کبھی کبھی اس مادی کائنات کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی نظر آتی ہے، مثلاً ایک مدت تک یہ دیکھا جاتا تھا کہ سمندر میں جزر ومد چاند کے زوال وکمال کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، لیکن اسرار مادی کی تلاش کرنے والوں پر بالکل نہیں کھلتا تھا کہ آخر دونوں

---

(۱) وکذلك أوحينا إليك روحاً من أمرنا کی آیت میں خدا نے قرآن کو روح فرمایا ہے۔

میں کیا ربط ہے، حتی کہ سوچنے اور غور کرنے کے بعد آخر یہ راز فاش ہو گیا، اور عام طور سے مشہور ہے۔

اسی طرح بارش، آفتاب، مون سون، سمندر ان چیزوں میں مدتوں بے ربطی نظر آتی رہی، لیکن اب سمجھا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ مضبوط ربط اور کسی چیز میں بھی نہیں۔

اور اسی پر کیا موقوف ہے بعض مسخروں نے تو یہاں تک کہدیا کہ اللہ میاں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کو کوٹھی میں بھر کر فضائے آسمانی میں چھڑک دیا، کہ ان میں کوئی نظام نہیں ہے، لیکن علم النجوم کے ماہرین سے جا کر پوچھو! کہ وہ کیا کہتے ، کیا اس سے زیادہ مرتب نظام وہ کہیں اور پاتے ۔

ٹھیک اسی طرح ہم کبھی کبھی ''روحانی کائنات'' (قرآن) کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی محسوس کرتے ، اور چونکہ اس کو مصنوعی کلام پر قیاس کیا جاتا ہے، اس لئے بسا اوقات کوئی ربط پیدا بھی نہیں ہوتا، لیکن اخبار اسلام جو قرآن کو انسانی کلام پر نہیں بلکہ اسی جیسی دوسری کائنات پر قیاس کرتے تو ان کے سامنے تمام اسرار اسی ربط کے دریافت کرنے میں مستور نظر آتے ۔

حتی کہ جس طرح آج کائنات مادی کی بنیاد وحدت پر قائم کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ گو بادی النظر میں یہ تمام چیزیں جدا جدا نظر آتی لیکن واقع میں یہ سب ایک ہی زنجیر میں جکڑی ہوئی ، یہ دعوی علماء قرآن کا بھی ہے۔ مادہ کا متلاشی کہتا ہے، کہ ہمارا سارا فلسفہ یہی ہے کہ مادی موجودات کی باہمی ربط کو دریافت کرلیں، اسی طرح روح کا متجسس کہتا ہے کہ ہمارا اسلام عالم یہی ہے کہ ''روحانی موجودات'' (یعنی آیات قرآنی) کے باہمی ربط کا پتہ چلالیں۔

بہر حال انکا دعویٰ یہی ہے کہ قرآن کوئی انسانی تالیف اور بشری صناعت نہیں ہے بلکہ وہ ایک قدرتی حقیقت ہے، پس اسے ہمیشہ اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیے، جس سے اور قدرتی چیزیں دیکھی جاتی ، اس کو اسی طرح پڑھنا چاہیے، جس طرح ہم اس مادی صحیفۂ فطرت کو پڑھتے ۔

اس کی ہر آیت کو ایک مستقل موجود اسی طرح قرار دینا چاہئے، جس طرح اس مادی کائنات کے ہر موجود کو قرار دیا گیا ہے اور جس طرح مادی کائنات کے خاص خاص موجود کے لئے خاص خاص علم بنائے گئے ، مثلاً درخت کے لئے ایک خاص علم ہے، پانی کا ایک خاص فن ہے، الی غیر ذٰلک۔

اسی طرح قرآن کی ہر آیت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی ہر آیت کے لئے ایک مستقل فن بنائیں، اور اس طرح ہم اس ''روحانی کائنات'' کے فوائد سے اسی طرح متمتع ہو سکتے

جس طرح ''مادی کائنات'' کے منافع سے فائدہ اٹھارہے ہے ۔

وہ ایک مستقل علم ہے، اور اسی لئے قرآن کے لئے ان تمام لوازم کی جستجو کرنی چاہیے، جن کی تلاش ہم ماڈی علم میں کرتے ۔

حتی کہ اسی بینادپر بلاکسی خوف تردید کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح اس مادی عالم کے بعض اجزاء سے ہمارے جسد استخوانی کو کبھی کبھی نقصان پہنچ جاتا ہے، ٹھیک یہی حال ''روحانی کائنات'' کی ہستیوں کا ہے، ایسا ہوتا ہے اور بسا اوقات ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسی کے بعض اجزاء سے بجائے کسی نفع کے حقیقت انسانیہ وروح کو ضرر اور ضرر عظیم پہنچ جاتا ہے، اس کی طرف خود قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے:

''یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً'' (رب حکیم)۔

(اسی قرآن سے بہت سی (روحوں) کو خدا گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو سیدھی راہ پر لے چلتا ہے)

لیکن العیاذ باللہ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ان اجزاء اور آیتوں کو خداوند رحمٰن نے ضرر پہونچانے کے لئے اتارا ہے، کیونکہ اس کا امکان ''روحانی کائنات'' میں تو خیر، اس ''مادی کائنات'' میں بھی نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اس عالم میں ہو یا اس عالم میں، اصل ذات کے اعتبار سے نہ کوئی چیز بیکار ہے اور نہ مضر، لیکن اسی کے ساتھ ہر چیز کے استعمال کا ایک قانون اور خاص طریقہ ہے، مثلاً فرض کرو کہ اس عالم میں اُپلے بھی ، گیہوں بھی ، کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بیکار مضر ہے، لیکن فرض کرو کہ کسی۔ نے اُپلے کو رکابی میں چور کر کھانا شروع کیا اور گیہوں کو ایندھن میں جھونک دیا، تو یہ قصور نہ اُپلے کا ہوگا اور نہ گیہوں کا بلکہ یہ طریقۂ استعمال کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے، اور یہ تو ایک مثال ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو ہر چیز کے استعمال کا طریقہ معلوم ہے، ان کے نزدیک اس عالم کی کوئی چیز نہ بیکار ہے اور نہ مضر، وہ سب ہی کو مفید سمجھتے اور حسب استطاعت ہر ایک سے فائدہ اٹھاتے ۔

پس قرآنی کائنات (آیات) سے اگر بجائے ہدایت کے کسی میں ضلالت کے جراثیم پیدا ہوں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ آیت کا قصور نہیں ہے، بلکہ اس احمق کی جہالت اور علمی سرکشی کا نتیجہ ہے، خود منزل قرآن جل وعلا شانہ نے اس کی تصریح ان لفظوں میں فرمائی:

وما یضل بہ إلا الفاسقین. (اور قرآن سے خدا نہیں گمراہ کرتا، مگر محض فاسقوں کو)۔

جو ان روحانی کائنات کے طریقۂ استعمال اور قانون تناسب سے واقف نہیں ہے اور وہ ان فطرتی

حدود کی جو ہر ایک آیت کے استعمال کیلئے مقرر ہے، پروانہیں کرتا اسی کو فاسق کہتے -
اس لئے اگر نادانوں کو قرآن سے کوئی نقصان پہنچا، تو یہ ان کے ہی نقص کا خمیازہ ہے، ولا
یحیق المکر السئی إلا بأهله.

اور یہی نہیں بلکہ تم دیکھتے ہو کہ کبھی کبھی ہمارا ہیکل جسمانی کچھ اس طرح مریض ہو جاتا ہے کہ مادی عالم کا ہر جزء اور اس کی ہر ایک چیز جسم کے لئے مضر ہو جاتی ہے، حتی کہ دنیا کی مفید سے مفید چیزیں ایسے وقت میں انسانی جسد کے لئے زہر قاتل کا کام انجام دیتی -

دنیا کی اگر دوسری قومیں اس روح عرشی کی قدر وعزت نہیں کرتیں، تو زیادہ تر اس کی وجہ جبر وعناد نہیں ہے بلکہ جہل ولاعلمی ہے، پھر وہ قوم جو یہ یقین کرتی ہے کہ یہ "کائنات" بھی اس کی نازل کی ہوئی ہے جس نے "مادی کائنات" کو پیدا فرمایا، اور یہ بھی جانتی ہے کہ اس کے علاوہ روحانی ہدایت اور کہیں نہیں مل سکتی، اس کے بعد وہ جس بُری طرح اس سے اعراض کر رہی ہے تو اس کی علت بجز "جباریت" کے اور کیا قرار دی جائے۔

مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی انہوں نے قرآن کو چھوڑا خداوند قدوس نے ان کو و توڑ دیا، اندلس میں قرآن ماننے والی قوم جاتی ہے، رہتی ہے، کھاتی ہے، پیتی ہے، کچھ دن اس کا اشتغال قرآن کے ساتھ رہتا ہے، لیکن یکا یک اس کا خیال بدل جاتا ہے، اور ارسطو کا فلسفہ، بطلمیوس کی ریاضی اسے پاگل بنا دیتی ہے، قرآن کی عظمت اس کے دل سے جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ اخیر میں اس کا مشغلہ فلسفہ اور ادب کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا ہے، اور اسی کے ساتھ یہ سچی پیشگوئی کہ "جس نے جبر وعناد کے ساتھ قرآن کو چھوڑا، خدا اسے توڑ دیتا ہے" ان پر صادق آجاتی ہے۔

إإفتلك مسا كنهم لم تسكن من بعدهم إلا قليلا" (حق سبحانه وتعالىٰ)

(وہاں جا کر دیکھ آؤ) یہ ان کے مکانات جوان کے بعد زیادہ دن تک آباد رہ سکے)

دجلہ کے کنارے یہی قرآن پڑھنے والی قوم آئی تھی اور مدتوں رہی، لیکن رفتہ رفتہ قرآن سے اس کا تعلق کمزور ہوتا گیا، حتی کہ جب یونانی فلسفہ نے نصیر الدین طوسی اور علامہ سمرقندی جیسے لوگوں کو پیدا کیا اور قرآن سے اس قوم کا رشتہ بالکل ٹوٹ گیا، تو تم نے دیکھا کہ خدا نے بھی ان کو کس طرح توڑ دیا۔

"أتاها أمرنا ليلاً أو نهاراً فجعلناها حصيداً كأن لم تغن بالأمس" (واحد القهار)

(ان پر ہمارا حکم رات یا دن کو آگیا، پھر ہم نے ان کو کاٹ کر رکھ دیا، اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کل گویا

آباد ہی نہ تھے)

تم نے سنا ہوگا کہ اسی قوم کا ایک جرگہ جمنا کے ساحل پر بھی خیمہ زن ہوا تھا، اس نے اس کے کنارے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں، اور مدتوں آرام کیا، حتیٰ کہ اسی جرگہ کا ایک بادشاہ تھا اور اس کے قرآن کو محض اپنے جبر اور استکبار کے ساتھ چھوڑا اس نے ہدایت کی تلاش، قرآن کے علاوہ اور دوسری چیزوں میں شروع کی، حتیٰ کہ اس کے دربار میں بجز شعر و شاعری، دماغی عیاشی کے اور کچھ نہ رہا، قرآن کو اس زمانہ میں کسی نے چھوا بھی تو فقط اس لئے کہ اپنا زور قلم دکھائے، عربی لغت میں جو اس نے عبور حاصل کیا تھا، اس کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرے، پھر کیا حال ہوا اس قوم کا، تم کو میں کیا بتاؤں، جاؤ، دلّی کے کھنڈروں کی زبانی اس افسانہ کو سنو، آگرہ کے در و دیوار سے اس کا قصہ پوچھو۔

اللہ اللہ کتنا دردناک منظر تھا اس قرآن پر ایمان لانے والی قوم کا کہ اسی بادشاہ کے پوتوں اور پردتوں نے یہ فیصلہ دیا کہ قرآنی تعلیم بت پرستوں کی مفروضہ کتابوں سے ماخوذ ہے، مذہبی مدارس و تعلیم گاہوں میں بھی بجز ہیولیٰ اور صورت جسمیہ کے اور کسی کا تذکرہ باقی نہ رہا، قرآن درس سے خارج تھا، حدیث و آثار پڑھنے کی چیز نہ سمجھی گئی۔ سنبھالنے والوں نے سنبھالنا چاہا لیکن پانی سر سے گذر گیا تھا، اور خدا کی بات کو پوری ہونی تھی۔

"فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسواھا"

(پھر چھا گیا ان کا خدا ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے اور ان کو برابر کردیا)

حتیٰ کہ تخت طاؤس کا وارث عالم غربت میں بصد بے نوائی و کسمپرسی ایک سمندر کے کنارے گوڈر میں لپیٹ کر دفن کر دیا گیا، اور یہ تھا اس بدبخت قوم کا آخری انجام جس نے خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر انسانی خیالات کی پیروی شروع کی (۱)۔

---

(۱) یہ اشارات لیکن یہ واقعہ ہے کہ اندلسی مسلمانوں کی دماغی روش کا اندازہ حضرت شیخ ابن عربیؒ کی کتابوں سے مل سکتا ہے، کہ وہ قرآنی حقائق کو فلسفی اصطلاحوں میں سمجھانے پر مجبور، کیونکہ ان کی مخاطب قوم فلسفہ کے علاوہ اور کسی چیز سے متاثر نہیں، امام رازی دولت عباسیہ کے ایام انحطاط میں اپنی تفسیر لکھتے اور طبیعات والہیات ریاضیات سب ہی کو اس میں بھر دیتے، کہ اس زمانہ میں کلام کے اندر وزن بغیر اس کے پیدا نہیں ہوتا تھا، ہندوستان کے مصلح اعظم شیخ مجدد الف ثانی نے اپنی مکتوبات میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ہندی مسلمانوں کے اعمال و اخلاق کا کیا حال تھا۔

ایک افسوس ناک مغالطہ جس میں یہ قوم مبتلا ہوئی، وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے کو دوسرے قوموں پر قیاس کیا، وہ اپنی زندگی کے قوانین کا انبساط بجائے آسمانی ہدایت کے غیر قوموں کی تاریخ سے کرنے لگی حتی کہ اسی بنیاد پر کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ وراثت کا قانون چھوڑو، ورنہ مرجاؤ گے، حال ہی میں ایک نیک نیت آدمی نے اپنی زبوں حالیوں کو دیکھ کر ایک عام آواز دی کہ مسلمانوں سود کھاؤ، تمہاری تنزلی کا اصلی راز فقط یہی ہے کہ تم نے شیر مادر کی طرح سود کے گھونٹ کو حلق میں نہیں اتارا ہے، إلی غیر ذلك من المشاورات۔

حالانکہ میں سچ کہتا ہوں اور مجھ پر یہی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس قوم کا قانون حیات ان اقوام سے بالکل جدا ہے جنھوں نے خدا کے آخری عہد کو بھی قبول نہیں کیا ہے، ان کے نزدیک بجز ''کائنات مادی'' کے اور کسی ''کائنات'' کا راز واضح نہیں ہوا ہے، وہ جنھوں نے خدا کے اس آخری پیغام کو ابھی نہیں تسلیم کیا ہے، ان میں سے ابھی بکثرت ایسے جن کے ساتھ خدا کا ٹھیک وہی تعلق ہے جو زمین پر بسنے والے دوسرے جانوروں اور چوپاؤں، درندوں، پرندوں کے ساتھ ہے، پس دوسرے اگر ''کائنات روحانی'' سے اعراض کر کے صرف ''مادی کائنات'' میں مشغول ، تو خداوند رحمٰن ان کو اسی طرح کھلائے پلائے گا، جس طرح اپنی چڑیوں اور اپنے بندروں اور چوپاؤں کو کھلاتا ہے۔

ہمالہ کا بندر اپنی سرسبز درختوں کی ٹہنیوں پر آزادی سے اچھلتا ہے، اسکے پھلوں اور میوؤں کو سیر ہو کر کھاتا ہے، اور ٹھنڈے چشموں کے پانی سے دل وجگر کو سیراب رکھتا ہے، خدا کے پرندہ کو دیکھو! کتنی نشاط کے ساتھ طاؤس دم کھول کر جنگلوں میں ناچتا ہے، اور چڑیاں جھوم جھوم کر شاخوں پر گاتی ، چہچہاتی ، بہرحال ان تمام جانوروں میں سے کون ہے جس کو مناسب غذا، عمدہ ہوا اور اچھا پانی میسر نہیں۔

لیکن جس قوم نے ''کائنات روحانی'' کی آخری ظہور و بروز کو پہچانا اور اسی کی روشنی میں چلنے کا عہد کیا پھر باوجود اس علم ویقین کے محض جبر وعناد، تکاسل وتہاون کی وجہ سے اس کو چھوڑا، تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ خدا کا غصہ ان پر تھم جاتا، پیشگوئی پوری ہوئی، اور صاف نظر آ گیا کہ جس قوم نے جاننے اور پہچاننے کے بعد ''روحانی کائنات'' کو چھوڑا، خدا بھی اسے اپنی ''مادی کائنات'' سے دھکیل رہا ہے اور وہ تو دھکیل بھی چکا۔

ہم نے ٹیگس ودجلہ جمنا پر آنسو بہایا، پھر اسی جرم میں کیا باسفورس اور نیل کی وادی میں رہنے والوں پر اعتراض نہ کیا جائے گا؟ پھلوں نے یونان وہند کے دماغی سیلاب کے ساتھ اپنے کو تباہ کیا، اور

پچھلوں نے برفستان یورپ کی طغیانیوں میں اپنے کو غرق کیا، یہ کہا جائے گا اور قطعاً کہا جائے گا، میری یہی تحریر "سیل راہ بنے گی" آنے والی نسلیں اسی سے استدلال کریں گی۔

کہا جاتا ہے کہ "قرآن کو تھامو" ایک عام آواز ہے، جو ہمیشہ مذہبی جماعت کی طرف سے مسلمانوں کی گھرانوں میں گونجتی رہی ہے، خصوصاً اس عہد انحطاط وزوال میں تو واعظوں اور منادیوں نے اس جملہ کو اپنا سخن تکیہ بنالیا ہے، جو آتا ہے، یہی کہتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کی جس جماعت میں قرآن کے درس وتدریس، شرح وتفسیر کا سلسلہ جاری ہے، اس کی اخروی حالت کے متعلق تو کیا کہا جائے کہ وہ پیش نظر نہیں، لیکن دنیاوی حیثیت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ "کائنات مادی" کا دروازہ جس قوم پر بند ہے، وہ یہی قوم ہے، مسلمان دنیا کی سب سے زیادہ ذلیل وخوار قوم ہے، اور اس میں سب سے زیادہ خراب حالت مولویوں کی ہے۔

یقیناً یہ صحیح ہے، اور اس کو یوں ہی ہونا چاہیے، اس لئے کہ قرآن کے تھامنے کے معنی یہی نہیں کہ اس کا ترجمہ اور معنی سمجھ لیا جائے۔

قرآن کے معانی ومطالب سے تو ابو جہل بھی واقف تھا پھر کیا اس علم نے اس کو کچھ بھی فائدہ پہنچایا، یقیناً قرآن کے محاورات وادبی نکات کو جتنا وہ سمجھتا ہوگا، ہندوستان کا ایک مولوی اتنا نہیں سمجھ سکتا، پھر بھی اس کا خطاب ابو جہل کیوں ہوا۔

بلکہ اس کے ترجمہ کا جاننا ان کے لئے اور بھی وبال جان ہو جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند قدوس کا مواخذہ عموماً تبلیغ کی شدت وضعف کے ساتھ وابستہ ہے، جس کو جس درجہ کی تبلیغ ہوئی ہے اس کا مواخذہ بھی اسی درجہ کا ہوتا ہے، کسی نے سچ کہا ہے۔

وإن كنت لا تدرى فتلك مصيبة وإن كنت تدرى فالمصيبة أعظم

پس معنی کے جاننے والے مسلمان جن کو ہم علماء کہتے، یقیناً باعتبار تبلیغ کے ان کا رتبہ عام مسلمانوں سے بلند ہے، اور اسی لئے اگر خدا کی گرفت ان کے ساتھ سخت ہے، تو یہ خدا کی سنت ہے ولن تجد لسنة الله تبديلاً. اور میں یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ قرآن کے پڑھنے والوں میں ایسے بکثرت جن کی عملی حالت عام مسلمانوں سے بہت کم ممتاز ہوتی ہے، اور جو کچھ ہوتی ہے وہ بھی قرآن کے اثر سے نہیں، بلکہ اپنے شکم کے اثر سے، وہ جانتے کہ اگر ہم ان باتوں کو چھوڑ دیں گے، تو پیٹ کی پیاس پھر کسی طرح

بھی بجھ نہیں سکتی۔

میری یہ گفتگو بہتوں پر گراں گذرے گی، حتی کہ خود مجھ پر گراں گذر رہی ہے، میرا نفس بھی اس حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے لیکن: بل الإنسان علی نفسه بصیرة ولو ألقی معاذیره۔

اور میں نے زیادہ تر اسی کے علی الرغم ان خیالات کو ظاہر کر دیا ہے، بہرحال درمیان میں ایک شبہ اور بھی آجاتا ہے، اس کو بھی صاف کر لیا جائے پھر آئندہ جو کچھ کہلایا جائے گا، کہوں گا۔

شبہ یہ ہے کہ میں نے گویا دنیاوی فراغبالی اور افلاس کو خدا کی رضا اور عدم رضا کی علامت قرار دیا ہے، حالانکہ صحیح آثار واحادیث ایسے موجود ، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے غریب وفقیر، محتاج ونادار ایسے جو گو دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہوں، لیکن خدا کی نگاہ میں ان کی عزت ہوتی ہے، خود قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار ان کی ناداری کی وجہ سے "اذل" اور "أراذلنا بادی الرأی" وغیرہ کہتے تھے، اسلام میں ایسے اکابر اولیاء اللہ بکثرت گذرے ، جو دنیاوی حیثیت سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔

بلاشبہ ایسا ہی ہے، اور میں بھی اسی کا قائل ہوں، لیکن یہاں پر ایک نکتہ قابل لحاظ ضرور ہے کہ اس سلسلہ میں اشخاص وقوم دونوں کے حالات مختلف ، یہ ممکن ہے کہ ایک شخص خدا کے نزدیک مقرب ومعزز ہو، آخرت میں اس کے بڑے درجات ہوں، لیکن باری عز اسمہ نے خاص حالات (۱) کے اعتبار سے اس کے رزق کو محدود کر دیا ہو۔

لیکن قومی نکبت وفلاکت کی حیثیت اور ہے، قرآن مجید نے کثرت سے اس مسکنت اور خواری کو عتاب آسمانی سے تعبیر کیا ہے، مثلاً فرعون کی قوم کے متعلق ارشاد ہے:

"کم ترکوا من جنت وعیون، وزروع ومقام کریم، ونعمة کانوا فیها فاکهین، کذلك و أورثناهم قوماً آخرین. (حق سبحانه وتعالی)

---

(۱) ان خصوصیات کا استیعاب بہت مشکل ہے، کبھی رفع مراتب کے لئے ایسا ہوتا ہے، کبھی بعضوں کی نفسی شرارتوں کو توڑنے کیلیے بطور علاج کے ایسا کیا جاتا ہے، حدیثوں سے ان چیزوں کا پتہ چلتا ہے اور خود قرآن بھی اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

(کتنے باغ اور کتنے سرچشمے اور کتنے کھیت اور کتنے باعزت مقام اور کتنی نعمتیں جس میں خوشی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے، چھوڑ بیٹھے، اور یوں ہی ہوتا ہے اس کے بعد ہم نے دوسری قوم کو وارث بنادیا)

یا یہود کے متعلق مختلف مقامات میں ارشاد ہے کہ:

"ضربت عليهم الذلة والمسكنة" إلى غير ذلك من الآيات.

پھر بتاؤ! کہ اگر میں آج اس قوم کے متعلق جو ولیدیز دسرائے باغیچہ کو چھوڑنے پر مجبور ہے یا اس سے پہلے قلعہ معلیٰ اور اعتمادالدولہ کی فلک نما ایوانوں سے نکالے گئے، یا قصر حمراء زہراء سے انہیں دھکیل دیا گیا، اس کو عتاب الٰہی نہ سمجھوں تو کیا سمجھوں۔

شخصی افلاس کا اثر مرکز قومیت، اور اقوام ملت پر نہیں پڑتا، اور اس قوم کے اصل مقصد کو اس سے کوئی گزند نہیں پہنچتا، لیکن قومی مسکنت جڑ ہلا دیتی ہے، اور جن مقاصد واغراض کے لئے اس قوم کا وجود پیدا کیا جاتا ہے، وہ سب اس کے بعد خاک میں مل جاتے ، وہ آگے چل کر اٹھنا بھی چاہتی ہے تو اٹھ نہیں سکتی، اس کی ساری قوتیں اس مصیبت کے بعد کم ہو جاتی ، بخلاف اس کے کہ کسی قوم کے کچھ لوگ فقیر ومسکین ، کہ اس کا اثر قومیت کے مضبوط چٹان تک نہیں پہنچتا، بلکہ اگر غور کیا جائے تو ایسے فقراء ومساکین سے نظام ملت میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، اور کسی گھر کے بننے اور کسی کے بگڑنے سے دولت کی حرارت بہت کچھ نقطہ اعتدال سے قریب رہتی ہے، واللہ أعلم بالصواب۔

بہر حال میرا خیال یہ ضرور ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے خدا کی "روحانی کائنات" کو سمجھنے اور ماننے کے بعد چھوڑ دیا ہے، اسی لئے خدا آج انہیں "مادی کائنات" سے محروم فرما رہا ہے اور یہ عقیدہ دل میں قرآن ہی سے پیدا ہوا ہے، مثلاً سورہ ہود میں ارشاد ہے:

"الر قف كتب أحكمت آياته، ثم فصلت من لدن حكيم خير، ألا تعبدوا إلا الله، إننى لكم منه نذير وبشير، وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه ويمتعكم متاعاً حسناً إلى أجل مسمّى، ويؤت كل ذى فضل فضله". (قرآن حکیم)

ایک کتاب ہے، جس کی آیتیں مضبوط واستوار کی گئی اور پھر جاننے والے دانشمند خدا نے اس کی تفصیل کی، یہ کہ نہ ہو پوجو لیکن ایک ہی خدا کو میں تم کو اس خدا سے ڈرانے والا اور مژدہ سنانے والا

ہوں، اور یہ کہ گناہ اپنے پرودگار سے بخشواؤ اور اسی کی طرف پل پڑو، تم کو وہ اچھے فوائد ایک خاص وقت تک (یعنی دنیا) میں دیے گا اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق عطا فرمائے گا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اگر ہم پھر زندہ ہونا چاہتے ، تو خدا کی عالم روح کو پہچانیں، نہ اس طرح جس طرح کہ ابو جہل نے جانا، کہ ایسا جاننا جہل سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں رکھتا، بلکہ وہ جاننا جس کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین راوی :

عن أبی مسعود رضی الله تعالیٰ عنه كنا إذا تعلمنا من النبی ﷺ عشر آيات من القرآن لم نتعلم العشر التی بعدها حتى نعمل ما فيه.

(حضرت ابن مسعودؓ راوی کہ ہم لوگ پیغمبر خدا ﷺ سے جب قرآن کی دس آیتیں سیکھتے تھے، تو اس کے بعد کی دس نہیں سیکھتے جب تک اس پر عمل نہیں کر لیتے)

پس اب بھی قرآن کی تعلیم کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گویا ہر آیت پر عمل کرتے تھے، حالانکہ قرآن مجید میں عملی چیزیں تو بہت ہی کم ، اس میں زیادہ حصہ تو خدا کی تعریف اور اس کی شان وشوکت کا ہے، پھر قصص وامثال ، اس کے بعد جنت ودوزخ کا تذکرہ ہے، اور سب سے کم جو چیزیں قرآن میں ، وہ اعمال ، مثلاً نماز روزہ کو قرآن نے بیان کیا ہے، مگر وہ بھی محض اجمالی طریقے سے، پھر قرآن کی ہر آیت پر عمل کرنے کے کیا معنی ہو سکتے ؟

یہ سوال ہے اور بہت بڑا سوال ہے، ہم کو سوچنا چاہیے کہ قرآن کی ہر آیت عملی قالب کس طرح اختیار کر سکتی ہے؟ اور صحابہ کرام کا طریق عمل کیا تھا؟ اور کیا کہیں مسلمانوں کی ساری خرابیوں کا راز اسی میں تو پوشیدہ نہیں حتی کہ ان میں سے کبھی ایک نیک دل آدمی اٹھتا ہے، اس ولولہ کو لے کر اٹھتا ہے کہ قرآن میں جو کچھ چیزیں ملیں گی، اس پر علم کرتا جاوے گا، لیکن اس کی مایوسی کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب کہ پاروں اور منزلوں کے بعد بھی اس کے سامنے عملی حکم کی کوئی آیت نہیں آتی، یا آتی ہے تو بہت زیادہ مجمل ومختصر، اور اس کے بعد اس کا دل بیٹھ جاتا ہے، اخیر میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت ثواب ہے، پڑھنا چاہیے خواہ کچھ فائدہ ہو یا نہ ہو۔

لیکن اصل یہ ہے کہ ایک زمانہ سے مسلمانوں نے عمل کے معنی میں ترمیم کر لی ہے، اور عموماً اس کا

اطلاق محض ان افعال پر ہوتا ہے، جن کا تعلق ظاہر جسم سے ہے، یا اگر کبھی کسی نے کچھ دقتِ نظر ہی سے کام لیا، تو اس کے تحت میں نفسانی اخلاق کو بھی شریک کر لیا جاتا ہے، مثلاً عموماً عمل کے یہ معنی لئے جاتے کہ نماز، روزہ، صدقہ وخیرات وغیرہ کرنا چاہیے، جو زیادہ بالغ النظر وہ اس میں اور اضافہ کرتے کہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے عیب سے رکنا چاہیے، اس سے بھی اگر آگے نظر گئی تو کہا جاتا ہے کہ حسد نہیں کرنا چاہیے، بخل سے نجات حاصل کرنا چاہیے، اور جہاں تک میرا خیال ہے، موجودہ وقت میں عموماً عمل کا دائرہ اسی سلسلہ پر پہونچ کر ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن مندرجہ بالا اثر میں عمل کو اس سے کہیں زیادہ وسیع اور کشادہ معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

عمل کے اس اطلاق میں سب سے پہلا عملی کام یہ ہے کہ صحیح علم کے ذریعہ سے باطل علم کو تباہ کیا جائے، حق سے باطل کو ہمیشہ برباد کرنے میں مشغول رہنا چاہیے، یہ عمل کوئی جسمانی فعل یا دماغی قوت کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، بلکہ اس کا میدان عالم جسم سے بہت آگے ایک اور عالم ہے، جس کا آسمان بھی روحانی ہے اور زمین بھی روحانی ہے وہاں صرف روح ہے اور اس کی فضا میں علاوہ روحانیات کے اور کسی چیز کی گذر نہیں، پس جو "روحانی کائنات" سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ دن اجمالی تخموں کو مادی زمین کے کسی حصہ پر نہ چھڑکے کہ یہاں اس سے کوئی بہتر نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا بلکہ براہ راست ان کو روح کی زمین میں بوئے۔

پھر دیکھئے کہ اس عالم میں کیسے سرسبز وشاداب کھیت لہلہا رہے ہے ، وہ جو ایک بنجر سے بھی زیادہ اجڑا ہوا میدان تھا کتنے سدا بہار پھولوں کو اپنی آغوش میں لے کر اکڑ رہا ہے، روم کے عارف نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا۔

علم را بر تن زنی مارے شود علم را بر جاں زنی یارے شود

بلاشبہ علم سے یقین مراد ہے اور یقین صرف قرآن کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا بنیادی پتھر صرف اسی حقیقت پر جمایا گیا ہے۔

"ذلك الكتاب لاريب فيه" (حق سبحانہ وتعالیٰ) (یہی کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے)

بلکہ صرف یقین کی منزلیں اور حق وصدق کی را ، یہ کہنا کہ قرآن مجید خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، قرآن میں انسانی اضافہ کو دخل دیتا ہے، قرآن صرف یہ کہتا ہے کہ

اس کتاب کی بنیاد گمان، شک، وہم، تذبذب وغیرہ پر نہیں قائم کی گئی ہے، بلکہ اس میں صرف یقین ہے، اور چونکہ موجودہ زمانہ میں قرآن کے پڑھنے والے عمارت کے پہلے ہی پتھر کو مضبوطی کے ساتھ نہیں جماتے، اس لئے اگر ثریا تک دیوار کج چلی گئی ہو، تو اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔

بلاشبہ قرآن کا یہ مطلب ہے اور بالکل سچا مطالبہ ہے کہ تمہارے اندر جتنے مادی ذرائع سے علوم ویقین پیدا ہوئے ، اگر قرآن کے کسی دعوی سے وہ ٹکراتے ، تو دونوں کو خوب ٹکراؤ، اپنے اختیار کو دخل نہ دو، تھوڑی دیر کے بعد تم کو یہ تماشہ نظر آئے گا کہ حق نے روح کے اندر جڑ پکڑ لی، اور باطل بھسم ہوگیا۔

"بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فإذا هو زاهق" (حق سبحانہ وتعالیٰ)

(بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ، پس سچ جھوٹ کو لہولہان کر دیتا ہے اور اسی کے بعد یکا یک وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے)

اور یہی وہ عمل ہے جس کی خبر ہم کو عبداللہ بن مسعودؓ سے ملی، صحابہ ہر آیت پر جو عمل کرتے تھے، اس کے یہی معنی ، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دیکھنے میں یہ عمل نہایت آسان معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس کے لئے نہ ہاتھ ہلانے کی ضرورت ہے، اور نہ پیر کے تھکانے کی، انسان اس عمل کو کھڑے، بیٹھے، ہر وقت کر سکتا ہے۔

لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، دنیا کے تمام اعمال وافعال، جہد وکوشش اس وادی میں قدم رکھنے کے بعد محض آسان اور بالکل معمولی سمجھے جاتے ۔

جس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کو اس کے بعد ہر قدم پر اپنے جہل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، اس کا بھروسہ کان سے بھی اٹھتا ہے، وہ اپنی آنکھوں کو بھی متہم کرنے پر مجبور ہوتا ہے، الغرض معلومات کے بہترین سرمائے میں آگ لگانی پڑتی ہے، جن چیزوں کو ابتک وہ بدیہی سمجھتا تھا، نہ صرف ان کا نظری ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو غلط سمجھنا پڑتا ہے، مثلاً فرض کرو کہ تم صحابہ کے طریقہ پر قرآن پڑھنا چاہتے ہو اور سورۂ الحمد شروع کرتے ہو جس کی پہلی آیت ہے:

"الحمد لله رب العالمین" (تمام اوصاف صرف اس خدا کے ساتھ مخصوص جو تمام عالم کا پروردگار ہے)

اب اس پر عمل کرنے کے لئے ابتدائی طور سے یہ کرنا پڑے گا کہ:

۱۔ دنیا میں کوئی علام نہیں ہے، علم کی صفت کسی میں نہیں ہے، اس لئے کہ تمام اوصاف جن میں سے ایک علم بھی ہے، خدا کے ساتھ مخصوص ، حالانکہ ایک تمہارا یقین تھا اور ہے کہ زید بھی عالم ہے، فخر الدین رازی میں بھی علم تھا، ارسطو بھی اس وصف کے ساتھ موصوف تھا، بلکہ علم حیوانات اور تمام انسان کے لوازم سے ہے، لیکن قرآن پر اگر عمل کرنا چاہتے ہو تو "الحمد لله رب العالمين" کے ذریعہ سے ان تمام علوم کو جلاؤ، اور یقین کرو کہ خدا کے علاوہ اور کسی ہستی میں کچھ نہیں ہے۔

۲۔ اور صرف یہی نہیں کہ میں نہ کسی کو سننے والا سمجھوں، نہ دیکھنے والا سمجھوں، نہ سونگھنے والا سمجھوں، بلکہ اس کا مطالبہ صریح انداز میں یہ بھی ہے کہ میں اسی طرح نہ کسی میں کوئی قوت مانوں، نہ زور ہونے کا یقین کروں، یہ آیت مجھ میں یہ یقین پیدا کرتی ہے کہ یہاں کسی میں کچھ نہیں ہے، جن اوصاف کو ہم ادھر ادھر دیکھتے ، یہ ہماری غیر متقی آنکھوں کی غلطی ہے، اور اسی غلطی کو قرآن مٹانا چاہتا ہے۔

۳۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ماں لڑکے کی پرورش کرتی ہے، بادشاہ رعایا کو نوکر کہتا ہے، عہدہ داروں کی مہربانیوں کی بدولت ہزاروں آدمی اپنی اور اپنے بال بچوں کو پال رہے ، مجھ میں یہ علوم اس طرح سمائے ہوئے کہ ان کو ہم بالکل بدیہی اور قطعی خیال کرتے ، لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، یہ علوم ہماری روح کے اصلی پیداوار نہیں ، بلکہ کانٹے کچرے جو مادی سیلابوں میں بہہ بہہ کر میری جان کے اندر پیوست ہوگئے قرآن نے "رب العالمين" کے ذریعہ سے حقیقت کو بے نقاب کیا ہے، اب اس پر عمل کرنے کے یہی معنی کہ ان اغلاط پر "رب العالمين" کے اثر سے حملہ کیا جائے، یہاں تک کہ آخر میں وہ خاک ہو کر بھسم ہو جائے، اور یہ یقین بغیر کسی "ریب" وشک کے ہمارے اندر جلوہ گر ہو کہ کائنات کے ہر ذرہ کی پرورش صرف خداوند قدوس فرماتا ہے، لیکن اس زمانہ میں کون ہے، جو قرآن کو اس عملی انداز کے ساتھ سیکھتا ہو، سکھاتا ہو، سطحیوں کا ایک گروہ ہے، جو قرآن کے درس سے پہلے اپنے طلبہ کے سامنے دو مقدمے پیش کرتا ہے، ایک تو یہ کہ ہمارے حواس خمسہ جو علوم عطا کرتے ، وہ بھی یقینی ، دوسرے یہ کہ قرآن میں جو کچھ ہے وہ بھی یقینی ہے، اس کے بعد ان کو سمجھاتا ہے کہ اگر دونوں میں کہیں تضاد پیدا ہو جائے، تو یہ بھی غلط ہے کہ قرآن کو اپنی یقینیات وبدیہات پر ترجیح دی جائے، اور یہ بھی غلط ہے کہ اپنی یقینیات کو قرآن پر ترجیح دی جائے، بلکہ اسوقت کھینچنے کی ضرورت ہے، منطقی زور آزمائیوں کے ذریعہ سے کچھ قرآن کو

کھینچو، اور کچھ اپنے علوم کو الٹو پلٹو، اور اس طرح گویا دونوں کا ڈنڈا ملا دو، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو قرآن سے کچھ نہیں ملتا ہے، وہ قرآن ختم کرنے کے بعد بھی اپنے اندر ان ہی علوم کو دیکھتے جو پہلے سے ان کے اندر آنکھ، ناک، کان وغیرہ نے پیدا کئے تھے، اور گو ان کو برا معلوم ہوگا، لیکن ان کے ذہن میں قرآن کی عظمت صرف ایک منہ دیکھی سی بات ہوتی ہے، یا کسی اجمالی تخیل کا ایک رعب انگیز اثر، یہ بیچارے جب قرآن کی کسی آیت کو اپنی روح کے خس وخاشاک سے منطبق کردیتے ، تو گو منہ سے نہ کہیں لیکن ان کا دل اندر سے بولتا ہے کہ یہ بات بگڑ ہی چلی تھی، لیکن میری ذہانت نے (العیاذ باللہ) قرآن کی عزت رکھ لی۔

لیکن محققین وصدیقین قرآن کی ابتداء ہی میں یہ سمجھا دیتے کہ ''بس یہی ایک کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شکوک وشبہات نہیں '' پس جو علم، جو عقیدہ بھی اس سے ٹکرائے گا، اس کو تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھو، اور یہ وہ جماعت ہے جس کو قرآن کی ہر آیت میں ایک جدید علم، نیا نظریہ ہاتھ آتا ہے، اس کی روح علوم ومعارف سے معمور ہوتی رہتی ہے، فضاء روحانی گرد وغبار سے صاف ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کائنات کا اصلی آفتاب چہرہ سے نقاب الٹتا ہے، اور جو کچھ یہاں غلط معلوم ہوتا تھا وہی اس کے بعد صحیح اور یقینی ہوتا ہے، غیب کی راہ سے قرآن لے چلتا ہے، اور مشاہدہ کے میدان میں لے جاکر کھڑا کردیتا ہے۔

بہر حال میری اصلی غرض اس وقت جو کچھ بھی تھی وہ عرض کر چکا، اپنے نزدیک قرآن پر عمل کرنے کے یہی معنی ، اور یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی ساری خرابیاں اسی عمل کے فقدان کا نتیجہ ۔

''تصوف'' بھی ان دنوں اشغال اور اذکار کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے حالانکہ صحابہ کا تصوف صرف قرآن کے اس عمل کا نام تھا جس کا ایک حصہ ذکر وشغل بھی ہے، اخیر میں ایک اور نکتہ قابل لحاظ ہے، کہ بعض لوگ قرآن مجید کی ان نظریات کو جو علوم باطلہ کے خلاف ، یا حواس خمسہ کے پیدا کئے ہوئے یقین کے مخالف ، مانتے ، اور ان پر یقین رکھتے لیکن صرف ایک اجمالی مبہم یقین، اور وہ بھی ہمیشہ روح کے اندر منحصر نہیں رہتا، بلکہ سالہا سال کے بعد کبھی خیال آجاتا ہے، مثلاً یہ کہ واقعی خدا کے علاوہ اور کسی میں کچھ نہیں ہے، اور ایسے لوگ بھی قرآن سے حقیقی طور پر مستفید نہیں ہوسکتے بلکہ ضرورت ہے کہ دس آیتیں لے جائیں اور جس طرح صحابہ کا عمل کہ اپنے علوم کا اندازہ کیا، جو اس آیت کے خلاف نظر

آیا، اس کو تباہ کردیا، اور پھر اس علم صحیح کو دس پندرہ دن ہر وقت پیش نظر رکھا، کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے اس خیال کو اپنی جان سے لگائے رکھا، جب یہ اطمینان ہو جائے کہ اس علم صحیح نے روح کے صحن خانہ میں جڑ پکڑ لی، تو پھر دوسری آیت کو لیا جائے، اور اس طرح یہ عمل مسلسل جاری رہنا چاہئے، اور اس طرح اگر قرآن کی ایک سورت بھی کسی انسانی روح رکھنے والے کے زیر عمل آجائے گی، تو میں کیا بتاؤں کہ وہ اپنے اندر کیا پائے گا، اور اس کی قوت وقدرت پھر کہاں سے ابلنے لگے گی۔

موطأ مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ:

''مکث علی سورة البقرة ثمانی سنین یتعلمها'' (صرف سورہ بقرہ کو ۸؍سال تک جا کر سیکھتے رہے)

بعض روایتوں میں ہے کہ بارہ سال کا زمانہ خرچ ہوا، حتی کہ جب سورۂ بقرہ کی ہر آیت نے اس کے اندر علمی شکل اختیار کرلی، اور اس کے ذریعہ سے آپ نے تمام اندرونی غلط علوم کو جلالیا تو اس خوشی میں آں جناب کی دعوت کے لئے ایک اونٹ ذبح کیا، اور بارہ برس کیا، کبھی تو ساری عمر گذر جاتی ہے اور قرآن کی کسی ایک آیت کا استحضار بھی کسی سینہ میں نہیں ہوتا، اس لئے کہ ابتدا میں انسان پر یہ بات سخت گراں گذرتی ہے کہ خود اپنے کو جھٹلائے، اپنی آنکھ، ناک، کان، قوت دماغی سب پر پتھر مارے، اسی لئے ضرورت ہے کہ تمام اعمال سے پہلے انسان اپنے اندر ''لاریب فیه'' کے مفہوم کو متیقن اور مستحضر کرے، کہ اس کے بعد اور چیزیں انسان کے ساتھ پیوست ہونا شروع ہوتی ، یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ مجھے علم یقینی کی ضرورت ہے، اور یقینی علم بجز قرآن کے اور کسی سے حاصل نہیں ہوسکتا، حتی کہ حواس خمسہ بھی جو کچھ عطا کرتے ، وہ محض سطحی معلومات ہوتے تخیل کرنے کے بعد ان کی دبی ہوئی چیزیں بھی گمان وتخمین سے آگے نہیں بڑھتیں، فرض کرو کہ میری آنکھیں مجھے بتاتی ہمارے سامنے ایک جسم درخت کی شکل میں کھڑا ہے، ابھی تک آنکھ کہتی ہے کہ اسے جسم سمجھو، ہم ذرا آگے بڑھتے تو کہتی ہے کہ اس میں دو چیزیں مانو! میں جسے دکھلا رہی ہوں، وہ جسم نہیں ہے، بلکہ اعراض ، اور ان ہی اعراض کا محل ہے ہم ذرا اور آگے بڑھتے کہ اعراض کیلئے محل کی کیا ضرورت ہے؟ جواب ملتا ہے کہ جس کو جسم سمجھتے ہو، وہ چند اعراض کا مجموعہ ہے، پھر اعراض کیا ، جواب ملتا ہے سطح عدم الخط کو کہتے ، اور خط نقاط کے مجموعہ کو، اور نقاط امور موہومہ میں سے ہے، اسی طرح الوان (رنگ) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سرخی، سیاہی، زردی یہ سب اصل میں نور اور نور ہی ان مختلف شکلوں میں جلوہ پرداز ہوا ہے

إلى غير ذلك من الأمور۔

تم نے دیکھا کہ اتنی بدیہی شی کو جب حقیقت کے معیار پر جانچنا شروع کیا، تو اس علم نے کیا کیا قلابازیاں کھائیں، اور کس طرح لڑھکتا ہوا آخر اس پر آکر ٹھہر گیا کہ اجسام کچھ تو عدمات اور بعض انوار کے مجموعہ کو کہتے ،کاش تم قرآن پڑھتے تو تمہارے سامنے وہ اصل حقیقت کو بغیر کسی تذبذب کے بے نقاب کر دیتا، کسی عارف سے جا کر پوچھو کہ ''جس کتاب میں شک کی گنجایش نہیں ہے'' وہ کیا بتاتی ہے؟ الحاصل ہر اس شخص پر جو قرآن پر عمل کرنا چاہتا ہے، یہ پہلا فرض ہے کہ ہمیشہ مہبط وحی ﷺ کے ان جملوں کو پیش نظر رکھے۔

''من ابتغى الهدى في غيره أضله الله وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم، وهو الصراط المستقيم وهو الذى لا يزيغ به إلا هواء، ولا تلتبس به الألسنة (رواه الترمذی)

(جو شخص قرآن کے علاوہ کسی اور جگہ ہدایت کی تلاش کرتا ہے خدا اسے گمراہ کر دیتا ہے، وہی (قرآن) خدا (تک پہنچنے کا) مضبوط راستہ ہے، وہی مستحکم نصیحت اور یادداشت ہے، وہی سیدھا راستہ ہے، قرآن ہی ہے کہ خواہشیں اس کے ساتھ کجروی اختیار نہیں کر سکتیں اور نہ زبانیں گڑبڑ ڈال سکتی)۔

هذا والسلام والصلاة على النبي المصطفىٰ والأنبياء والأولياء.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

خاکسار مناظر احسن گیلانی

ربیع الاول ۱۳۴۵ھ



Designed & Printed at :

Mashhud Enterprises

504/21-C, Tagore Marg, (Nadwa Road) Lucknow-20

Mobile : 9839133588, 9235794786, 9451947786

Telefax : 0522-4009800 E-mail : mailofficeindia@gmail.com